باب
3

اخلاقی اقدار

اجتماعی عدل و مساوات:

اخلاق انسانیت کا وہ جوہرِ خاص ہے، جس کے بغیر نہ کوئی فرد اچھا انسان بن سکتا ہے اور نہ مثبت بنیادوں پر کوئی معاشرہ پروان چڑھ سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدائے بزرگ و برتر کے برگزیدہ بندوں نے بنی نوعِ انسان کو سنوارنے کا بیڑا اُٹھایا، تو اُسی کی ہدایات کے مطابق افراد سے مخاطب ہو کر اُنھیں اخلاقی تعلیمات دیں۔ اُنھیں اندر سے بدلا اور پھر ان افراد نے جماعت کی شکل اختیار کی تو پورے معاشرے کو بدل ڈالا۔

تاریخ کے مختلف اَدوار کا جائزہ لیں، یا آج کے دَور میں افراد، اقوام اور مختلف ممالک کے باہمی تنازعات، جھگڑوں اور چپقلش کی وجوہات پر غور کریں، تو یہ حقائق سامنے آتے ہیں کہ انسانی تعصّبات ان سارے فسادات کی جڑ ہیں۔ انسان نے رنگ، نسل، زبان اور قومیت کی بنیاد پر اتنے فتنے کھڑے کیے ہیں کہ چاند پر کمندیں ڈالنے اور ترقّی کی انتہا تک پہنچنے کے باوجود انسانیت کے دکھوں میں اضافہ ہی ہوا ہے۔ امیر اور غریب کے لیے انصاف کے پیمانے الگ الگ ہونے سے اجتماعی عدل اور انسانی مساوات کے تصورات کو نقصان پہنچا ہے۔

اخلاقی اقدار جو مذہبی تعلیمات سے اخذ کی گئی ہیں۔ ان پر دنیا میں جہاں کہیں بھی عمل ہوا، وہاں امن و آشتی، سماجی انصاف اور انسانی مساوات کا دور دورہ رہا ہے۔ مختلف مذاہب میں ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ آقا و غلام کا فرق مٹ گیا اور رنگ، نسل اور قومیت کی ساری تفریق جاتی رہی۔

اجتماعی عدل اور انسانی مساوات کسی بھی معاشرے اور اس کے اداروں کے تحفظ میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ جن معاشروں میں عدل و انصاف کا بول بالا ہو، وہاں لوگوں کے قلبی اطمینان کی وجہ سے ترقی کی رفتار بڑھ جاتی ہے۔ اس سے خوش حالی آتی اور امن و امان قائم رہتا ہے جبکہ امن اور سکون کی وجہ سے ایسے معاشرے ہمیشہ قائم رہتے ہیں۔ اس کے برعکس جہاں جنس، نسل، رنگ اور قومیت کے امتیازات زیادہ ہو جائیں وہاں لوگوں کے دلوں سے ایک دوسرے کا احترام اُٹھ جاتا ہے۔ اخلاقیات کمزور ہو کر ختم ہو جاتی ہے، نیز نفرتیں اور کدورتیں بڑھ جاتی ہیں۔ آپ جانتے ہیں صرف رنگ و نسل کے امتیاز نے نیلسن منڈیلا کو 27 سال تک جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں رکھا اور اب بھی دُنیا میں لاکھوں انسان تعصّبات کا شکار ہیں۔

جنس کی بنیاد پر مرد و عورت میں امتیاز برتا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ ایک حیاتیاتی عنصر ہے۔ اگرچہ عورت اور مرد کی جسمانی ساخت اور مزاج میں فرق ہے۔ قوت اور قوت کار میں فرق ہے اور ان کے دائرہ کار میں بھی فرق ہے لیکن اسے بنیاد بنا کر ترقی کے مواقع نہ دینا انصاف کے خلاف ہے۔ مغرب میں عورت کو آزادی رائے، ترقی، حرکت اور روزگار کے یکساں مواقع میسّر ہیں۔ روزگار کے یکساں مواقع ملنے کے باوجود اعلیٰ دماغی صلاحیتوں کے کاموں میں وہ مردوں سے پیچھے ہیں اور سائنس دانوں، فلسفیوں اور ادیبوں میں خواتین کی تعداد برابر نہیں۔ اُنھیں انتخابات میں حصہ لینے، کسی بھی شعبہ حیات میں آگے بڑھنے دولت، قوت اور مراعات کے حصول کی مکمل آزادی ہے اور اس میں کوئی تعصب روا نہیں رکھا جا سکتا۔ جنس کی بنیاد پر امتیاز روا رکھنا نا صرف قانوناً غلط ہے، بلکہ اخلاقی تقاضوں کے بھی سراسر خلاف ہے۔

Web version of PCTB textbook

اخلاقی تعلیمات نفرت اور تعصب سے دُور رہنے کا سبق دیتی ہیں۔ انسان نے جب سے مذہبی اور اخلاقی اقدار کو بھلا دیا ہے۔ اس وقت سے تعصّبات بڑھ گئے ہیں۔ اجتماعی شعور کی بیداری اور تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود انسان ایک دوسرے کو تباہ کر رہے ہیں۔ جنگ عظیم دوم میں نازیوں نے نسلی تعصّبات کی بنیاد پر دنیا کو روند ڈالا۔ افریقی نسل کے نیگرو افراد کو دو سو سال غلامی میں گزارنا پڑے اور جنوبی افریقہ کی گوری اقلیت طویل عرصے تک کالوں کی اکثریت پر جبر سے حکمران رہی۔ اسی طرح لسانی تعصب کی وجہ سے ایک دوسرے کی جان تک لینے سے گریز نہیں کیا جاتا۔ ان تمام نفسی بیماریوں کا علاج صرف اخلاقی تعلیمات سے ممکن ہے۔

تمام مذاہب اجتماعی عدل اور انسانی مساوات پر زور دیتے ہیں۔ مذہب تقدس کا حامل ایک سماجی ادارہ ہے جو سماج پر بہت سے اثرات مرتب کرتا ہے۔ یہ تعصّبات اور طبقاتی کشمکش کی جڑیں کاٹتا ہے اور معاشرے میں اس سے امن اور خوش حالی آتی ہے۔ البتہ مختلف مذاہب میں فاصلہ بڑھ جائے، یا رواداری ختم ہو جائے یا عوام مذاہب کی روح مطالب سمجھنے سے قاصر ہوں، تو مذہبی تعصب اجتماعی عدل میں رکاوٹ بنتا ہے اور انسانوں میں انتہا پسندی کو پروان چڑھاتا ہے۔

مختلف مذاہب نے اجتماعی عدل پر زور دیا ہے۔ یہودی عالم جوناتھان ساکس (Jonathan Sacks) کے مطابق اجتماعی عدل کو یہودی مذہب میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اسی طرح مسیحیت کی سماجی تعلیمات میں اجتماعی عمل کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ کیتھولک چرچ کی تاریخ میں بھی اجتماعی عدل کو بلند مقام حاصل رہا ہے اور اس کی تعلیمات کا نچوڑ یہ ہے کہ اجتماعی عدل سے ہی قومیں زندہ رہتی ہیں۔ یہاں تک کہا گیا کہ گرجا گھر کی ذمہ داری ہے کہ وہ مہذب معاشرے (Civil Society) میں سماجی انصاف کے لیے اپنا کردار ادا کرے۔ سکھ مذہب، اسلام، مسیحیت، ہندو دھرم، زرتشت، بدھ مت، جین مت وغیرہ سب انسانی خدمت اور باہمی مساوات پر بہت زور دیتے ہے۔

مذاہب نے اجتماعی عدل اور انسانی مساوات کو نہ صرف اپنی تعلیمات میں سمویا، بلکہ اسے عبادت کا درجہ دیا ہے۔ مالدار اور نادار کا فرق کم کرنے اور دولت کی ذخیرہ اندوزی روکنے کے لیے مختلف مذاہب میں مختلف نظام ہیں۔ صدقات و خیرات کی ادائیگی کو اعلیٰ درجہ کا عمل قرار دیا گیا ہے۔ اسلام کے نظام عبادات میں چھوٹے بڑے کی تفریق کو ختم کیا گیا ہے، خانہ خدا میں جو پہلے آئے وہ آگے جگہ پائے گا خواہ کوئی بھی ہو۔ تمام مذاہب انسانوں کو آدم کی اولاد بتا کر انسانی مساوات کی تعلیم دیتے ہیں۔

اسی طرح آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اپنے آخری خطبہ میں رنگ و نسل اور قومیت کی جڑ کاٹتے ہوئے فرمایا کہ کسی گورے کو کالے اور کسی عربی کو عجمی پر اور نہ ہی کسی عجمی کو عربی پر کوئی فوقیت حاصل ہے فضیلت تو صرف پرہیز گاری کی بنیاد پر ملتی ہے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے نہ صرف غریبوں، بیواؤں، اپاہجوں، مسکینوں اور بے سہارا لوگوں کی مدد کا حکم دیا بلکہ تمام زندگی خود اس کا عملی نمونہ بھی پیش کیا۔

تمام مذاہب اخلاقی اقدار کے لیے ہمیشہ سے کوشاں رہے ہیں۔ مسیحیت نے خدمتِ خلق خصوصاً بیماروں کے علاج اور دکھی انسانیت کی خدمت کے لیے روشن مثالیں قائم کی ہیں اور اس سلسلے میں وہ کالے یا گورے کی تمیز روا نہیں رکھتے۔ مدر ٹریسا نے جُذامیوں کے علاج کے لیے ہسپتال بنوائے اور انھوں نے ساری زندگی ناداروں اور ایسے طبقے کے لیے وقت کر دی، جن کے کوئی قریب نہیں آتا تھا۔ اسی طرح سکھ مذہب میں غریبوں اور دیگر لوگوں میں پرشاد تقسیم ہوتا ہے، تو اس میں مذہب، رنگ و نسل یا قومیت کی کوئی تمیز نہیں کی جاتی۔

Web version of PCTB textbook

یہ اخلاقی اقدار افراد اپناتے ہیں اور افراد کا اخلاقی عمل معاشرے میں رونما ہوتا ہے۔ اس طرح اخلاقی اقدار فرد سے معاشرے میں اور معاشرے سے اقوام میں مقبول اور رائج ہوتی رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام مذاہب کے اولین مخاطب افراد ہوتے ہیں اور وہ اپنا سارا اخلاقی نظام افراد پر نافذ کرتے ہیں۔

معاشرتی ادارے

دنیا میں جہاں کہیں ظلم ہو، تعصبات بڑھ جائیں یا انسانی مساوات کو ملیامیٹ کر دیا جائے، تو سمجھ لیں کہ وہاں انسان اخلاقی اقدار سے عاری ہو چکا ہے۔ ظلم حد سے بڑھتا ہے تو اسی معاشرے سے کچھ لوگ حالات کا رخ بدلنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور یہ بات طے ہے، کہ کوئی معاشرہ اچھے انسانوں سے بالکل خالی نہیں ہوتا۔ البتہ اجتماعی عدل کا قیام اور انسانی مساوات قائم کرنے کے لیے ادارے ضروری ہوتے ہیں۔ آج بھی معاشرے میں حکومتی، غیر حکومتی اور بین الاقوامی سطح پر ایسے ادارے قائم ہیں جو اجتماعی عدل اور انسانی مساوات کے لیے کوشاں ہیں۔

ریاستی ادارے:

ریاستی ادارے کسی ملک میں قانون کی حکمرانی قائم کر کے سماجی انصاف اور انسانی مساوات قائم کرتے ہیں۔ ان میں مقنّنہ اور دیگر قانون ساز ادارے ہوتے ہیں۔ ملک میں جمہوریت ہو تو عوامی مطالبات اور عدل و انصاف کے مطابق قانون سازی کی جاتی ہے لیکن کبھی کبھی حکمران طبقہ خود ایک فریق بن جاتا ہے۔ مثلاً فیوڈل لارڈز اکثریت میں ہوں تو ایسے قوانین جو اُنھیں راس آتے ہیں۔ امیر اور غریب کا تفاوت بڑھ جاتا ہے۔ اسی طرح انتظامیہ اگر اخلاق سے عاری ہو تو رشوت اور سفارش کا دور دورہ ہے اور وہ انصاف نہیں کر پاتی۔ عدلیہ کا کردار سماجی انصاف اور انسانی مساوات قائم کرنے کے لیے ہی ہوتا ہے لیکن معاشرے کا بگاڑ زیادہ ہوا اور آوے کا آوا بگڑ جائے تو حالات اس کے قابو میں آسانی سے نہیں آتے۔

یہ ادارے رنگ، نسل اور قومیت کے امتیازات تو نہیں برت پاتے، کہ ملک کے اندر اور بین الاقوامی سطح پر انسانی حقوق کی تنظیمیں جاگ رہی ہوتی ہیں۔ البتہ تیسری دنیا کے نادار ممالک جہاں جہالت بھی ہے اور عوام اپنے حقوق کا حقیقی شعور بھی نہیں رکھتے، وہاں طبقاتی کشمکش میں عدل اور مساوات کو نقصان پہنچتا ہے۔ یہاں یہ امر قابلِ توجہ ہے کہ بڑی بڑی آسامیوں پر بھرتی کرتے وقت مطلوبہ تعلیمی لیاقت دیکھنے کے علاوہ افراد کی اخلاقی ساکھ کا بھی کھوج لگایا جائے۔

عوام کی فلاح و بہبود، جان و مال کی حفاظت، انصاف کی فراہمی اور خطّے کی حفاظت ریاست کی ذمہ داری ہے۔ اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے حکومت قائم کی جاتی ہے۔ ہر ملک میں حکومت بنانے کے الگ الگ طریقے ہیں۔ ہمارے ملک پاکستان میں بھی حکومت بنانے کا فعال طریقہ موجود ہے۔

Web version of PCTB textbook

وفاقی اور صوبائی حکومت (Federal and Provincial Government):

اگر کسی ملک کا رقبہ زیادہ ہو، لوگوں کی زبان، وسائل، پیداوار اور رہن سہن مختلف ہوں، تو وہاں ایک حکومت بہتر نظم و نسق نہیں چلا سکتی۔ ایسے حالات میں ایک مرکزی اور کئی صوبائی حکومتیں بنانا پڑتی ہیں۔ ایسی طرز حکومت کو وفاقی حکومت (Federal Government) کہتے ہیں۔ پاکستان میں وفاقی و پارلیمانی طرز حکومت رائج ہے۔ یہاں ایک مرکزی اور چار صوبائی حکومتیں ہیں۔ 1973ء کے آئین کے تحت مرکز اور صوبائی حکومتوں کے درمیان اختیارات تقسیم کر دیے گئے ہیں۔

وفاقی حکومت کے عناصر:

حکومت تین عناصر پر مشتمل ہوتی ہے۔ یہ عناصر، مقننہ (Legislature)، انتظامیہ (Executive) اور عدلیہ (Judiciary) کہلاتے ہیں۔

وفاقی مقننہ (Legislature):

وفاقی مقننہ (Legislature) ایک ایسا ادارہ ہے جو قانون بنانے کا اختیار رکھتا ہے۔ یہ ادارہ حکومتی معاملات پر بھی نظر رکھتا ہے۔ یہ مقننہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ ایوانِ بالا (Senate) اور ایوانِ زیریں (National Assembly)۔

ایوان بالا (سینٹ۔Senate):

ایوان بالا (سینٹ) تمام صوبوں کی نمائندگی کرتا ہے۔ پاکستان میں اس کے ممبران کی تعداد 104 ہے۔ ان ہی ممبران میں سے سینٹ کا چیئرمین اور ڈپٹی چیئرمین منتخب ہوتا ہے، جو سینٹ کے اجلاس کی صدارت کرتا ہے۔

ایوانِ زیریں (قومی اسمبلی۔National Assembly):

پاکستان میں ایوانِ زیریں کو قومی اسمبلی کہا جاتا ہے، جس کے ارکان کی تعداد 342 ہے۔ یہ عام انتخابات کے نتیجے میں وفاقی سطح پر قائم ہونے والا قانون ساز ادارہ ہے، جس کے ارکان براہِ راست عوام کے ووٹ سے منتخب ہوتے ہیں۔ قومی اسمبلی کے اجلاس کی صدارت سپیکر یا ڈپٹی سپیکر کرتا ہے۔ قومی اسمبلی کے ارکان وزیر اعظم کا انتخاب کرتے ہیں۔ وزیر اعظم کی زیر قیادت وزرا کی ایک جماعت (کابینہ) ہوتی ہے جو حکومت چلانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

(قومی اسمبلی)

Version of PCTB textbook

قانون سازی کا طریقہ (Procedure of Legislation):

جب بھی کوئی نیا قانون بنانے کی ضرورت پیش آئے یا کسی موجودہ قانون کو بدلنا ہو تو عموماً ایوانِ زیریں یعنی قومی اسمبلی میں ایک بل (مسودہ) پیش کیا جاتا ہے۔ جس پر تفصیلی بات چیت اور بحث ہوتی ہے۔ ایوانِ زیریں کے ارکان سے منظوری کے بعد اسے ایوانِ بالا یعنی سینٹ میں بھیجا جاتا ہے تاکہ اس پر دوبارہ غور کیا جا سکے۔ دونوں ایوانوں کے ارکان جب اس بل کو منظور کر لیتے ہیں تو صدر کے پاس بھیجا جاتا ہے۔ صدر کی منظوری کے بعد یہ بل قانون کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

وفاقی انتظامیہ (Federal Executive):

مقننہ کے بنائے ہوئے قوانین کا نفاذ انتظامیہ (Executive) کرتی ہے۔ وفاقی انتظامیہ، وزیر اعظم اور کابینہ پر مشتمل ہوتی ہے۔ وزیر اعظم وفاقی حکومت کا سربراہ ہوتا ہے۔ یہ حکومت ملک کے معاملات سنبھالتی ہے، جیسے زراعت، تعلیم، صحت، دفاع، اُمورِ خارجہ، اُمورِ داخلہ، ذرائعِ نقل و حمل اور سیر و سیاحت کے معاملات وغیرہ۔

وفاقی عدلیہ (Federal Judiciary):

وفاقی مقننہ کے بنائے ہوئے قوانین کا انتظامیہ (Executive) کے ذریعے نفاذ کو یقینی بنانے کے لیے عدلیہ کام کرتی ہے۔ یہ لوگوں کے حقوق کا تحفظ کرتے ہوئے انھیں انصاف فراہم کرتی ہے۔ قانون کو توڑنے والوں اور ان کی خلاف ورزی کرنے والوں کو سزا دینے کا اختیار سول، ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ آف پاکستان کو ہے۔ عدالتیں مقدمات کی سماعت اور قوانین کی تشریح کرتی ہیں۔ پاکستان کی سب سے بڑی عدالت، سپریم کورٹ آف پاکستان (Supreme Court of Pakistan) ہے، جو اسلام آباد میں واقع ہے، اس کا سربراہ چیف جسٹس آف پاکستان (Chief Justice of Pakistan) کہلاتا ہے۔ ملک کی تمام عدالتیں سپریم کورٹ کے ماتحت کام کرتی ہیں۔

(سپریم کورٹ آف پاکستان)

Web version of PCTB textbook

صوبائی حکومت:

ہمیں زندگی میں ہر روز بے شمار کام کرنا پڑتے ہیں۔ ان تمام کاموں کو کوئی شخص اکیلا سر انجام نہیں دے سکتا۔ اس لیے ہم تمام کام درست طریقے سے کرنے کے لیے آپس میں بانٹ لیتے ہیں۔ اس کو نظم و نسق کہتے ہیں اور نظم و نسق چلانے کے لیے حکومت کا ہونا بہت ضروری ہے۔

ہمیں بہتر معاشرتی زندگی کے لیے بہت سی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ان میں امن وامان، خوراک، تعلیم، علاج، رہائش وغیرہ شامل ہیں۔حکومت ہماری ان سب ضرورتوں کا خیال رکھتی ہے اور ایسا انتظام کرنے کی کوشش کرتی ہے کہ گھر سے لے کر ضلع تک اور پھر پورے صوبے اور ملک میں کسی چیز کی کمی نہ ہو۔اس کے لیے مختلف محکمے بنا دیے گئے ہیں۔امن وامان قائم کرنے کے لیے محکمہ پولیس، زرعی پیداوار بڑھانے کے لیے محکمہ زراعت، صحت وعلاج کے لیے محکمہ صحت، تعلیم کے لیے محکمہ تعلیم، کارخانوں اور صنعتی پیداوار کے لیے محکمہ صنعت وحرفت، لوگوں کے جان و مال کی حفاظت کے لیے اور قانون وانصاف کے لیے محکمہ قانون قائم ہے۔یہ سب محکمے تحصیلوں، شہروں، اضلاع اور صوبے کی سطح پر کام کرتے ہیں اور فوری طور پر لوگوں کے مسائل حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔یہ تمام اُمور قومی اور صوبائی حکومتیں مل کر سرانجام دیتیں ہیں جبکہ مرکزی حکومت ملکی سطح پر پالیسیاں بناتی ہے اور بین الاقوامی تعلقات قائم کرتی ہے۔ ہر محکمے کا سربراہ سیکرٹری کہلاتا ہے۔سیکرٹری ایک وزیر کی نگرانی میں کام کرتا ہے۔صوبے کا انتظامی سربراہ وزیرِ اعلیٰ کہلاتا ہے۔

صوبائی حکومت اور مرکزی حکومت:

اگر کسی ملک کا رقبہ زیادہ ہو، لوگوں کی زبان، وسائل، پیداوار اور رہن سہن مختلف ہوں، تو وہاں ایک حکومت بہتر نظم ونسق نہیں چلا سکتی۔ایسے حالات میں ایک مرکزی اور کئی صوبائی حکومتیں ہوتی ہیں۔ایسی طرزِ حکومت کو وفاقی نظامِ حکومت کہتے ہیں۔پاکستان میں وفاقی و پارلیمانی طرزِ حکومت رائج ہے۔یہاں ایک مرکزی اور چار صوبائی حکومتیں ہیں۔1973ء کے آئین کے تحت مرکز اور صوبائی حکومتوں کے درمیان اختیارات تقسیم کر دیے گئے ہیں۔

صوبائی حکومت کے عناصر:

صوبائی حکومت کے تین شعبے مقننہ، انتظامیہ اور عدلیہ ہیں۔مقننہ قانون بناتی ہے۔انتظامیہ اس قانون کا نفاذ کرتی ہے۔عدلیہ ان قوانین کے مطابق انصاف کرتی ہے۔ذیل میں ان تینوں اداروں کی تفصیل دی گئی ہے۔

1- صوبائی مقننہ (صوبائی اسمبلی):

صوبے میں قانون سازی صوبائی اسمبلی کرتی ہے جس کو عوام منتخب کرتے ہیں۔صوبائی اسمبلی کا ممبر بننے کے لیے کم سے کم عمر 25 سال مقرر ہے۔اسمبلی میں ایک سپیکر اور ایک ڈپٹی سپیکر ہوتا ہے جو صوبائی اسمبلی کی کارروائی اور معاملات کو چلاتے ہیں۔سپیکر اور ڈپٹی سپیکر کو صوبائی اسمبلی کے ممبران منتخب کرتے ہیں۔صوبائی اسمبلی کا انتخاب پانچ سال کے لیے ہوتا

(پنجاب اسمبلی)

Web version of PCTB textbook

ہے۔صوبائی اسمبلی قانون بناتی ہے، بجٹ کی منظوری دیتی ہے اورصوبے کے اندر ٹیکس لگاتی ہے۔ چاروں صوبوں میں صوبائی اسمبلی میں ممبران کی تعداد اُس صوبے کی آبادی کے لحاظ سے مختلف ہیں۔

2- انتظامیہ:

صوبائی انتظامیہ صوبے میں قوانین کا نفاذ کرتی ہے۔گورنر، وزیرِ اعلیٰ، صوبائی وزرا اور دوسرے اہلکار مل کر یہ کام سرانجام دیتے ہیں۔

گورنر:

صوبے کے گورنر کی تقرری صدرِ پاکستان کرتے ہیں۔ گورنر بننے کے لیے ضروری ہے کہ وہ پاکستان کا شہری اور مسلمان ہو۔ گورنر کو صدرِ پاکستان وزیرِ اعظم کے مشورے سے مقرر کرتے ہیں۔صوبائی اسمبلی کا اجلاس گورنر بلاتا ہے۔اسمبلی کا بنایا ہوا قانون اس وقت تک نافذ نہیں ہوسکتا جب تک گورنر اس پر دستخط کر کے اس کی منظوری نہ دے دے۔گورنر ضرورت کے مطابق آرڈیننس جاری کرنے کے علاوہ صوبائی بجٹ کی منظوری بھی دیتا ہے۔

وزیرِ اعلیٰ:

صوبائی حکومت کا سربراہ وزیرِ اعلیٰ ہوتا ہے، جسے 5 سال کے لیے صوبائی اسمبلی کے ممبران منتخب کرتے ہیں۔اسے اسمبلی میں اکثریت والی پارٹی کا اعتماد حاصل ہوتا ہے۔وزیرِ اعلیٰ کے لیے صوبائی اسمبلی کا ممبر ہونا ضروری ہے۔اس کے لیے مسلمان ہونا ضروری ہے۔ وہ صوبے کے مختلف محکموں کو چلاتا ہے۔صوبے کا نظم ونسق بہتر طریقے سے چلانے کی ذمہ داری اس کے سپرد ہوتی ہے۔وزیرِ اعلیٰ، صوبائی اسمبلی کے سامنے جواب دہ ہوتا ہے۔وزیرِ اعلیٰ بجٹ، سالانہ جاری اخراجات، وفاقی حکومت سے رابطہ، مختلف محکموں کے دائرہ کار و اختیارات میں تبدیلی اور مختلف محکموں کے افسران کی تقرّری کرتا ہے۔

صوبائی کابینہ:

وزیرِ اعلیٰ صوبائی اُمور کو چلانے کے لیے مختلف وزرا کا تقرر کرتا ہے جو کابینہ کہلاتی ہے۔تمام وزرا اپنے محکموں کے لیے وزیرِ اعلیٰ اور صوبائی اسمبلی کو جواب دہ ہوتے ہیں۔ ہر محکمے کا انتظامی سربراہ صوبائی سیکرٹری ہوتا ہے۔ان محکموں کے معاملات صوبائی کابینہ میں پیش ہوتے ہیں۔تمام صوبائی سیکرٹریوں پر ایک چیف سیکرٹری ہوتا ہے۔ان تمام محکموں کے لیے صوبے میں صوبائی سیکرٹریٹ قائم ہوتا ہے۔

3۔ عدلیہ:

عدلیہ، صوبائی حکومت کا تیسرا اہم ادارہ ہے۔اس کا کام انصاف فراہم کرنا ہے۔ ہر ضلع میں ایک ڈسٹرکٹ سیشن جج ہوتا ہے جس کی سربراہی میں تمام سول جج ضلع اور تحصیل میں کام ہوتا ہے۔اگر کوئی شخص یا گروہ آپس میں لڑ پڑیں یا کسی جائیداد کا تنازع کھڑا ہو جائے تو معاملہ عدالت میں پیش کیا جاتا ہے۔عدالت دونوں فریقوں کی بات سنتی ہے۔جس کا مؤقف درست ہو، اس کے حق میں فیصلہ سنا دیتی ہے۔ ہر تحصیل اور ضلع میں عدالتیں ہوتی ہیں۔اگر کوئی یہ سمجھے کہ ان عدالتوں نے درست فیصلہ نہیں کیا تو معاملہ ہائی کورٹ میں پیش کر دیا جاتا ہے۔ ہائی کورٹ صوبے کی سب سے بڑی عدالت ہوتی ہے۔ یہ عدالت فریقین کی بات سنتی ہے اور پوری چھان بین کے بعد اپنا فیصلہ سناتی ہے۔اِس عدالت میں بہت سے جج ہوتے ہیں ہائی کورٹ کے سربراہ کو چیف جسٹس کہا جاتا ہے۔

Web version of PCTB textbook

سماجی ادارے

ان اداروں میں حکومتی اور غیر حکومتی (NGOs) دونوں قسم کے ادارے شامل ہیں جیسے ایدھی ٹرسٹ، سہارا ٹرسٹ، خواتین کی تنظیمیں، تجارتی، معاشی، سیاسی اور خدمتِ خلق کے ادارے وغیرہ۔ ان کے قیام کا بنیادی مقصد عوام کو ان کے حقوق دلانے میں مدد دینا ہے۔ ان سب کی اخلاقی ذمہ داری ہے کہ رنگ، نسل، وطن اور قومیت سے بالاتر ہو کر عوامی خدمات سرانجام دیں۔ مجموعی طور پر یہ ایسے سماجی خدمات کے مراکز ہیں، جن کا کام بھلائی اور خدمت کو آگے بڑھانا ہے۔ اخلاقی تربیت سے یہ ادارے اور بہتر ہو سکتے ہیں۔

کسی بھی معاشرے میں رہنے والے لوگ انفرادی طور پر اپنے حقوق کا تحفظ نہیں کر سکتے لہٰذا وہ مختلف مقاصد کے تحت مختلف تنظیمیں بناتے ہیں ہمارے ملک میں دو قسم کی تنظیمیں افراد کی فلاح و بہبود اور اُن کے حقوق کے تحفظ کے لیے کام کر رہی ہیں۔ جو درج ذیل ہیں۔

1- رفاہی تنظیمیں　　　2- پیشہ وارانہ تنظیمیں

1- رفاہی تنظیمیں:

ہمارے اِرد گرد بسنے والے سب لوگ ہمیں اپنے والدین، بہن بھائیوں اور دوستوں کی طرح ہی پیارے ہیں۔ اِسی لیے اگر خدانخواستہ سڑک پر کوئی حادثہ ہو جائے تو سب لوگ فوراً اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ زخمیوں کو ہسپتال لے جاتے ہیں اور جنھیں خون کی ضرورت ہو تو فوری طور پر خون دیتے ہیں۔ ایسا کرنے سے ایک طرف تو یہ خوشی ہوتی ہے کہ ہم کسی کے کام آئے اور پھر ایسا واقعہ کبھی ہمیں بھی پیش آ سکتا ہے۔ اُس وقت لوگ ہی ہماری مدد کو دوڑیں گے۔

ہمارے ملک میں بے شمار ایسے اِدارے قائم ہیں جو لوگوں کی بغیر کسی مالی فائدے کے خدمات فراہم کرتے ہیں۔ ان کو رفاہی تنظیمیں کہتے ہیں۔ یہ تنظیمیں افراد کی فلاح و بہبود اور ان کے حقوق کے تحفظ کے لیے کام کرتی ہیں تا کہ وہ بہتر اور خوشحال زندگی گزار سکیں۔ ان میں انجمنِ ہلالِ احمر، انجمن امدادِ باہمی، سوشل سیکیورٹی سکیم، سوشل ویلفیئر کا محکمہ، ایدھی ٹرسٹ، دارالامان، انجمن حمایتِ اسلام، اَپوا، اوقاف اور ایس۔ او۔ ایس ولیج، ریسکیو 1122 وغیرہ شامل ہیں۔

2- پیشہ وارانہ تنظیمیں:

یہ تنظیمیں مختلف پیشوں کے افراد کے حقوق کے تحفظ کے لیے بنائی گئی ہیں۔ ان میں اساتذہ، ڈاکٹروں، صحافیوں، وکلا، تاجروں اور مزدوروں کے حقوق کی تنظیمیں شامل ہیں۔

مستقبل کی روشنی:

عدل و مساوات کے قیام کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ افراد، اقوام اور بین الاقوامی ادارے اخلاقیات سے انحراف کیوں کرتے ہیں یعنی اس سنگین ناانصافی کی جڑیں کہاں کہاں ہیں، تاکہ ان کا قلع قمع کیا جا سکے۔

Web version of PCTB textbook

دُنیا بھر کے عدل پسند لوگ یہ جانتے ہیں، کہ انسان انا پرست ہے اور تعصب کہیں نہ کہیں اس کے ضمیر میں موجود ہے۔ تعلیم کے عام ہونے، ترقی کی معراج پا لینے اور چاند پر کمندیں ڈالنے کے باوجود زیادہ ترقی یافتہ قومیں اب بھی انصاف کے تقاضوں اور مساوات کے ضابطوں کو پامال کرتی نظر آتی ہیں۔ بڑے بڑے بین الاقوامی ادارے عدل قائم کرنے میں کوشاں ہیں اور آج بھی انسان عدل و انصاف کے حصول کے لیے کوشش کر رہا ہے۔

ان تمام دُکھوں کا مداوا اخلاقی اقدار کو صدقِ دل سے قبول کرنے، اور ان پر عمل کرنے میں مضمر ہے۔ عموی تعلیم کے ساتھ ساتھ اخلاقی تعلیم کا دائرہ وسیع کیا جائے۔

☆ وسائل کے حصول اور استعمال میں اقوامِ عالم اخلاقیات سے بالاتر نہ ہوں۔

☆ طمع، لالچ اور آسودگی میں انسان اس قدر کھو گیا ہے اور اخلاقیات کی زبان میں لذت کے حصول کے نظریے کو اپنا کر خدائے بزرگ و برتر سے رشتہ توڑ بیٹھا ہے۔ اب وہ صرف اپنی ذات یا خاندان کے لیے جیتا ہے۔ ضروری ہے کہ اخلاقی دباؤ بڑھا کر اسے قائل کیا جائے، کہ صرف اپنی ذات کے لیے جینا انسانیت کا معیار نہیں۔

☆ لوگ اُلفت و محبت، یگانگت اور انسانیت کے درد سے نا آشنا ہو رہے ہیں اور تکلیف دہ بات یہ ہے کہ احساس زیاں بھی نہیں ہے۔ اس سنگ دلی سے نجات اور دُکھی انسانیت کی خدمت کے لیے ضروری ہے کہ اخلاقی تعلیمات کو عام کیا جائے۔

☆☆☆☆

Web version of PCTB textbook

مشق

(الف) مفصل جوابات لکھیں۔

1۔ اجتماعی عدل اور انسانی مساوات معاشرے اور ان کے اداروں کے محافظ کیوں کہلاتے ہیں؟

2۔ وفاقی حکومت کے کون کون سے عناصر ہیں۔ تفصیل سے بیان کریں۔

3۔ نوٹ لکھیں:

(i) صوبائی مقننہ (ii) وفاقی انتظامیہ (iii) رفاعی تنظیموں

(ب) مختصر جوابات لکھیں۔

1۔ بڑے بڑے تعصّبات اور امتیازات کون کون سے ہیں؟

2۔ اجتماعی عدل کے لیے کون سی چیز زیادہ موثر ہو سکتی ہے؟

3۔ کون سا ادارہ سماجی عدل اور انسانی مساوات میں زیادہ کردار ادا کر سکتا ہے؟

4۔ ریاستی ادارے جو اجتماعی عدل کے ضامن ہو سکتے ہیں وہ کون کون سے ہیں؟

5۔ صوبے کے وزیر اعلیٰ کے انتخاب کا کیا طریقہ ہے؟

6۔ مختلف رفائی تنظیموں کے نام اور اُن کے کام بیان کریں۔

Web version of PCTB textbook

(ج) درست جواب کی نشاندہی کریں۔

1۔ ------------ انسانیت کا جوہرِ خاص ہے۔

(ا) تعلیم (ب) معیشت (ج) اخلاق (د) مساوات

2۔ عدل کے قیام کے لیے -------------- ضروری ہے۔

(ا) قانون (ب) اخلاقی تعلیم (ج) انتظامیہ (د) عدلیہ

3۔ سماجی انصاف کی مثالیں ------------- میں موجود ہیں۔

(ا) اسلام (ب) مسیحیت (ج) بدھ مت (د) ا، ب، ج

4۔ اجتماعی عدل اور انسانی مساوات کی راہ میں ------------- رکاوٹ ہے۔

(ا) تعصّبات (ب) نظریۂ لذّت (ج) اخلاقی تعلیم کا فقدان (د) ا، ب، ج

5۔ موجودہ دَور میں ناانصافیوں کی اہم ترین وجہ ------------- ہے۔

(ا) لالچ (ب) الفت و محبت کی کمی (ج) احساس زیاں کا فقدان (د) طاقت کا نشہ

6۔ وزیرِاعلیٰ صوبائی امور چلانے کے لیے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ چلاتا ہے۔

(ا) سیکرٹری (ب) صوبائی کابینہ (ج) صوبائی مشیر (د) ا،ب،ج

7۔ اخلاقی تعلیمات کو عام کیا جائے یہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کے لیے ضروری ہے۔

(ا) ملکی وسائل (ب) دُکھی انسانیت (ج) اعلیٰ تعلیم (د) ا،ب،ج

(د) **خالی جگہ پُر کیجیے۔**

1۔ جنس ایک ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ عنصر ہے۔

2۔ عدلیہ کا کام ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فراہم کرنا ہے۔

3۔ مقنّنہ کا کام ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہے۔

4۔ وسائل کے حصول اور ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں اقوام اخلاقیات سے عاری ہیں۔

5۔ تعلیم یافتہ انسان بھی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تعلیم کی کمی کی وجہ سے تعصّبات کا شکار ہے۔

6۔ صوبے کے گورنر کی تقرری ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کرتے ہیں۔

7۔ پاکستان کی سب سے بڑی عدالت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہے۔

8۔ ہائی کورٹ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کی سب سے بڑی عدالت ہے۔

9۔ وفاقی مقننہ کے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ایوان ہیں۔

10۔ صوبائی اسمبلی کے ممبر کے لیے کم سے کم عمر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہے۔

(و) **طلبہ کے لیے سرگرمیاں:**

1۔ اجتماعی عدل کے موضوع پر ایک گروہی مباحثہ کیجیے۔

2۔ اپنے ادارے میں عدمِ مساوات کے عناصر کی نشان دہی کیجیے اور انھیں مل کر درست کرنے کی جدو جہد کریں۔

(ہ) **اساتذہ کے لیے ہدایات:**

1۔ طلبہ کو پاکستان میں مختلف رفاہی اداروں کی خدمات سے آگاہ کریں۔

☆☆☆☆

Web version of PCTB textbook